۸ رمئی ۱۹۷۲ء

رجسٹرڈ نمبر L. 922
فون نمبر ——— 29

ایڈیٹر
آل احمد سرور

قیمت سالانہ چھ روپے
قیمت فی کاپی بیس پیسے

اشاعت کی تاریخیں
۱، ۸، ۱۵، ۲۲

ہفتہ وار ہماری زبان

جلد ۳۱ | انجمن ترقی اردو ہند (علی گڑھ) | شمارہ ۱۸

اداریہ

ذاکر صاحب کو یاد رکھیے

۳ رمئی کو ذاکر صاحب کے انتقال کو تین سال ہوگئے۔ ذاکر صاحب مادرِ ہند کے اُن مایۂ ناز فرزندوں میں سے تھے جو صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ ذاکر صاحب کا اسکول اور کالج کا دور نہایت شاندار رہا، وہ چاہتے تو بڑے سے بڑا سرکاری عہدہ حاصل کرسکتے تھے۔ مگر انھوں نے قومی خدمت کو ترجیح دی۔ جب گاندھی جی اور مولانا محمد علی نے ایم۔ اے۔ او کالج کے طالب علموں کو کالج چھوڑنے کا مشورہ دیا تو ذاکر صاحب جامعہ پہنچ گئے اور قومی تعلیم کے اس تجربے میں تن من دھن سے لگ گئے۔ وہیں سے چند سال بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے جرمنی گئے اور مشہور ماہر اقتصادیات زومبارٹ کی نگرانی میں اقتصادیات میں پی۔ ایچ۔ ڈی کیا۔ جامعہ کے بانی اب جامعہ کے تجربے سے کچھ بددل ہوچلے تھے اور سیاست کی مصروفیات انھیں اپنی طرف کھینچ رہی تھیں، اس نازک وقت میں ذاکر صاحب نے اپنے ساتھیوں پروفیسر مجیب اور ڈاکٹر عابد حسین کی مدد سے جامعہ کو چلانے کی ذمہ داری اپنے سر لی اور بیس سال تک انھوں نے اپنی ساری ذہنی توانائی اس کی آبیاری میں صرف کردی۔ انھوں نے وقتی سیاست کے بجائے حقیقی سیاست کو اپنایا۔ انھوں نے فوری مسائل کے بجائے بنیادی مسائل کی طرف توجہ کی۔ انھوں نے بدیسی حکومت اور اس کی پالیسی سے کوئی سروکار نہ رکھا، نہ کبھی سرکاری امداد کا خیال کیا۔ انھوں نے جامعہ کو ایک ایسا ادارہ بنادیا جو قومی بھی تھا اور اسلامی بھی، جس میں اردو ذریعۂ تعلیم تھا اور جس میں ہر قسم کے تجربے کے لئے لوگ آزاد تھے۔ ذاکر صاحب اور ان کے ساتھیوں کی محنت رنگ لائی۔ قوم نے ان کی مدد کی۔ قرول باغ کی کرائے کی عمارتوں سے جامعہ اوکھلے کی کھلی فضا میں آگئی۔ اس کی جوبلی کے موقع پر ذاکر صاحب نے قومی رہنماؤں سے بڑے پرزور انداز میں اپیل کی تھی کہ نفرت کی آگ کو بجھائیں اور محبت کی فضا عام کریں تاکہ تعلیم اور قومی سیرت کی تشکیل کا کام پھل پھول سکے، تاکہ ہمارے دیس میں اچھے خیال اُگ سکیں اور اچھے انسان سماج کو بہتر بنانے کی کوشش میں کامیاب ہوسکیں۔ گو ذاکر صاحب کی اپیل صدا بصحرا ثابت ہوئی اور آزادی کے فوراً بعد ملک کو قتل و غارت اور فسادات کے ایک طویل دور سے گزرنا پڑا، مگر بہر حال قومی تعلیم اور قومی سیرت کی تشکیل کا کام ذاکر صاحب نے جامعہ کے علاوہ علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی میں کیا۔ علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی آزادی کے بعد ایک بحران سے گزر رہی تھی، اس کا وجود خطرے میں تھا، ذاکر صاحب نے اسے قومی دھارے کے ساتھ چلنے کی توفیق دی اور اپنی خصوصیات کو برقرار رکھنے اور اپنی روایات کو برتنے کا حوصلہ عطا کیا۔ ۱۹۵۱ء کے ایکٹ نے جو مولانا آزاد اور ذاکر صاحب کے مشورے سے تیار ہوا تھا، علی گڑھ کا دروازہ سب کے لئے کھول دیا، مگر علی گڑھ کی اقامتی زندگی اور اس کی تہذیبی خصوصیات کو نہ صرف باقی رکھا بلکہ ملک و قوم کو اس پر فخر کرنے کا موقع دیا۔ ذاکر صاحب کو بجا طور پر سرسید ثانی کہا جاسکتا ہے۔ سرسید نے ایک قومی ادا

قائم کیا۔ ذاکر صاحب نے اسے نئی زندگی عطا کی۔ انھوں نے کہا تھا علی گڑھ جس طرح کام کرے گا، علی گڑھ جس اسلوب پر سوچے گا، علی گڑھ ہندوستانی زندگی کے مختلف شعبوں کے لئے خدمت کی جو پیش کش دے گا، اس سے متعین ہوگا، ہندوستانی قومی زندگی میں مسلمانوں کا مقام اور ہندوستان جو سلوک علی گڑھ کے ساتھ کرے گا اس پر بہت کچھ اس پر بڑی حد تک منحصر ہوگی وہ شکل جو ہماری قومی زندگی مستقبل میں اختیار کرے گی۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ علی گڑھ قومی زندگی کو مالا مال کرنے میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھے گا اور مجھے بھروسا ہے کہ ہماری قوم بھی اس کے کام کی قدر کرنے میں بخل نہ کرے گی۔"

جامعہ اور علی گڑھ کی خدمت کے بعد ذاکر صاحب کا بحیثیت گورنر، نائب صدر اور صدر جمہوریہ کے ملک کی خدمت کا دور شروع ہوا اور دنیا نے دیکھا کہ علی گڑھ کا یہ فرزند اس دور میں سب کا محبوب و محترم رہا۔ ذاکر صاحب کا راستہ خدمت کا راستہ ہے جس سے بالآخر مخدوم ہونے کا بھی شرف ہاتھ آتا ہے۔ ہندوستانیوں کے لئے عموماً اور ہندوستانی مسلمانوں کے لئے خصوصاً ذاکر صاحب کا طریقہ کار ہی صحیح طریقہ کار ہے۔ خدا ہم سب کو اس پر چلنے کی توفیق دے۔

کلیات ممنون

فخر الشعرا میر نظام الدین ممنون دہلوی متوفی ۱۲۶۰ھ شاہ عالم اور اکبر شاہ ثانی کے درباری شعرا میں ممتاز مقام کے حامل تھے ان کے کلام کو تین حصوں قصاید، غزلیات اور متفرقات میں محمد اکبر الدین صدیقی ریڈر شعبۂ اردو عثمانیہ یونی ورسٹی نے مرتب کیا ہے۔ پہلی جلد قصاید شائع ہو چکی ہے۔ قیمت سات روپے۔ ملنے کا پتہ: ادبی ٹرسٹ بک ڈپو عابد روڈ حیدر آباد دکن

• محمد اکبر الدین

غالب کی فارسی شاعری کا جائزہ

غالب پر ڈاکٹر وارث کرمانی کی کتاب EVALUATION OF GHALIB'S PERSIAN POETRY چھپ کر آگئی ہے۔ اس کتاب کو غالب کی فارسی شاعری کا مکمل جائزہ کہا جا سکتا ہے جو تنقید کے نئے تقاضوں کو بھی پورا کرتا ہے۔ اسے مسلم یونیورسٹی کی غالب صد سالہ کمیٹی نے اعلیٰ درجے کی طباعت جلد اور سرورق کے ساتھ شائع کیا ہے۔ کتاب کا اردو اور فارسی میں ترجمہ بھی جلد ہی شائع کیا جائے گا۔ اس کتاب کی قیمت بارہ روپے پچاس پیسے ہے ملنے کا پتہ یونیورسٹی پبلیکیشنز ادارۂ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔

نامہ نگار

غلام علی عشرت بریلوی پر تحقیقی مقالہ

رانچی یونی ورسٹی نے جناب احمد سجاد صاحب لکچرار شعبۂ اردو رانچی کالج کو ان کے تحقیقی مقالہ "داستان سحر البیان کا تحقیقی مطالعہ" (از غلام علی عشرت بریلوی (حیات۔ ادبی کارنامے) پر ڈاکٹر آف لٹریچر (ڈی۔ لٹ) کی ڈگری دی ہے۔ موصوف نے ڈاکٹر اختر اورینوی کی نگرانی میں کام کیا ہے۔

اس سے قبل اس موضوع پر اب تک کوئی قابل لحاظ کام نہیں ہوا تھا یہ مقالہ آٹھ سو صفحات پر مشتمل ہے۔

• محمد ذاکر خاں

ترقی اردو بورڈ کے پبلیکیشن آفیسر کا تقرر

جناب شہباز حسین سابق ایڈیٹر ماہ نامہ "آجکل" نے ترقی اردو بورڈ، وزارت تعلیم میں پرنسپل پبلیکیشن آفیسر (اردو) کا عہدہ سنبھال لیا۔

آج کل کے ایڈیٹر مشہور افسانہ نگار علی عباس حسینی صاحب کے صاحبزادے جناب مہدی عباس حسینی مقرر کئے گئے ہیں۔

نامہ نگار

بیسویں صدی میں بنگال کا اردو ادب

اردو رائٹرس ایسوسی ایشن (کلکتہ) کے زیر اہتمام مشہور محقق پروفیسر جاوید نہال کا تحقیقی مقالہ "بیسویں صدی میں بنگال کا اردو ادب" عنقریب کتابی صورت میں منظر عام پر آرہا ہے۔ ملنے کا پتہ: اردو رائٹرس ایسوسی ایشن ۱۴۲ برابورن روڈ کلکتہ ۱

• ابن قاسم

چند ادبی مسائل

پروفیسر شاہ مقبول احمد کے مقالات کا مجموعہ "چند ادبی مسائل" شائع ہوگیا ہے جو لسانی موضوعات اور دلچسپ معلومات پر مشتمل ہے۔

قیمت صرف دو روپے، ملنے کا پتہ پروفیسر شاہ مقبول احمد 165 ویلیسلی اسکوائر کلکتہ ۱۶

• ابن قاسم

ہماری زبان

سے خط وکتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور تحریر کریں۔ منیجر

نیّر اقبال

گل کرسٹ کی قواعد اور رسالہ گل کرسٹ

خلیل الرحمٰن داؤدی نے رسالہ گل کرسٹ مولفہ بہادر علی حسینی کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے کہ

> "یہ کتاب در اصل ڈاکٹر جان گل کرسٹ کی ضخیم الحجم کتاب ہندستانی زبان کے قواعد مطبوعہ ۱۷۹۶ء کی اردو زبان میں تلخیص ہے۔"

قدیم تصانیف کے بارے میں تحقیق و تفتیش کے دو ذرائع ہوتے ہیں معلومات کے بیرونی ماخذ اور خود تصانیف کے متن۔

بیرونی ماخذوں میں ہندستانی زبانوں میں یا ان زبانوں کو موضوع بنا کر انیسویں صدی کے اواخر تک تالیف ہونے والی کتابوں کے بارے میں معلومات فراہم کرنے کا سب سے بڑا ماخذ گریرسن کا لنگوسٹک سروے ہے۔

ایک دوسرا ماخذ جس کو اس کتاب کے سلسلہ میں تقریباً معاصر ہونے کی وجہ سے معتبر تسلیم کیا جا سکتا ہے وہ ۱۸۴۸ء میں شائع ہونے والا "طبقات الشعرائے ہند" مولفہ مولوی کریم الدین و فیلن ہے۔ طبقات میں سے متعلقہ طویل اقتباس داؤدی صاحب نے اپنی کتاب میں نقل کر دیا ہے۔

اس اقتباس سے بہادر علی حسینی کی مندرجہ ذیل تصانیف پر روشنی پڑتی ہے۔

(۱) "اس نثر البیان کے طور پر ایک کتاب تصنیف کی ہے جس میں بدر منیر اور بے نظیر کا قصہ مشہور بیان کیا ہے اس کتاب کا نام نثر بے نظیر ہے مگر نظم بھی اس میں لا ہوا ہے درمیان ۱۸۰۲ء کے کلکتہ میں چھپی تھی۔"

(۲) "ایک رسالہ بنام قواعد اردو جو کہ بنام رسالہ گل کرسٹ اردو زبان کے صرف و نحو میں چھپا گیا ہے۔"

(۳) "تیسرا ترجمہ ہندستانی تحوپ دیش کا بنام اخلاق ہندی جو اس نے درمیان ۱۸۰۲ء کے ایک فارسی ترجمے سے جو بہ حکم شاہ ناصر الدین حیدر نواب بہار کے بنام مفرح القلوب کے تیار ہوا تھا۔ اس نے کیا تھا اس کتاب کے ترجمہ اردو میں بھی ہوئے ہیں اور ایک ترجمہ تحوپ دیش کا ہندی میں چھاپا گیا درمیان ۱۸۰۳ء کے وہ ترجمہ بھرت پور کے راجا کے ایک پنڈت نے تیار کیا تھا۔"

(۴) "چوتھا ترجمہ اس نے ایک تاریخ آشام کا بھی درمیان ۱۸۰۵ء کے بموجب خواہش کولبرک صاحب کے تیار کیا تھا۔ اس دلچسپ تاریخ کی اصل اور نگ زیب عالم گیر کے وقت میں ولی احمد شہاب الدین طالش نے لکھی تھی۔ یہ ترجمہ اور تصانیف اس کی سے عظیم القدر ہے۔"

(۵) "اور ان کتابوں مفصلۃ الذیل میں اس نے مدد دی تھی ترجمہ قصہ لقمان وغیرہ مصنف کی ہیں جو ڈاکٹر گل کرسٹ صاحب نے چھپوائی تھی اور ایک ترجمہ قرآن شریف کا اردو میں جس میں سوا مددگاروں کے کاظم علی جوان کی بھی مدد تھی جس میں باپ سید عبد اللہ کا جس نے مولوی عبد القادر کے اردو ترجمۂ قرآن کا چھپوانے میں اہتمام کیا تھا۔"

اس اقتباس سے ایک خاص بات یہ ظاہر ہوتی ہے کہ طبقات کے مولفین نے ہر تصنیف کے بارے میں تمام ممکنہ معلومات فراہم کرنے کی کوشش کی ہے۔ گل کرسٹ نے جن کتابوں کی تیاری میں دلچسپی لی تھی ان کا بھی تذکرہ ہے۔ لیکن رسالہ کے بارے میں صرف یہی لکھا گیا ہے کہ یہ صرف بنام "رسالہ گل کرسٹ تھا۔ اگر اس وقت اس کی شہرت تلخیص کی حیثیت سے ہوتی تو وہ لوگ اس طرف ضرور اشارہ کرتے۔

در اصل اور دوسری بہت سی غلط فہمیوں کی طرح اس غلط فہمی کی داغ بیل بھی گریرسن کے سروے کے ذریعہ ہی پڑتی ہے۔ گریرسن سے استفادہ کرنے والے عام طور پر بغیر پرکھے ہی اس کی فراہم کردہ معلومات پر ایمان لاتے رہے ہیں۔ انھوں نے اس کے علاوہ نہ صرف دوسرے ماخذوں کو تلاش کرنے کی کوششیں نہیں کی ہیں بلکہ اصل ماخذ یعنی کتابوں کے متن تک پہنچنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی ہے اور اکثر و بیشتر پورے طور سے مسائل کو سمجھے بغیر ہی رائیں قائم کرلی ہیں۔ ورنہ اسی سلسلہ میں خود داؤدی صاحب ہی ایک طرف لکھتے ہیں کہ

> "گل کرسٹ کی قواعد اردو تو انگریزی میں تھی"

دوسری طرف معلومات فراہم کرتے ہیں کہ رسالہ گل کرسٹ کو

> "فارسی قواعد کی طرز پر ترتیب دیا ہے"

گل کرسٹ کی قواعد خالص توضیحی قواعد ہے اس نے پوری قواعد "شکل" کو مد نظر رکھ کر ترتیب دی ہے وہ صرفی حصے میں تعریف کی پوری پوری وضاحت کرتا ہے۔ تعریف اور حالت کا فرق بیان کرتا ہے تعریف کے اصولوں کی کوئی بھی اصطلاح استعمال کئے بغیر ہی وضاحت کرتا چلا جاتا ہے۔ جبکہ حالت کے سلسلہ میں کہہ دیتا ہے کہ

> "کوئی بھی طالب علم منطقی تقسیم کے ذریعہ سے جتنی حالتیں پسند کرے قائم کر سکتا ہے۔"

فارسی اضافت کی قواعدی اہمیت کو رد کر دیتا ہے اس لئے کہ یہ "فارسی زبان سے تعلق رکھتی ہے" کے سلسلہ میں کہتا ہے کہ یہ علامت اضافت نہیں ہے حرف جر ہے۔

وہ نحو کے حصہ میں بھی ہیں اصولوں میں تمام باریک سے باریک مسائل کی وضاحت کرتا چلا گیا ہے۔ اس میں اس نے سب سے زیادہ زور جملہ کے ORDER پر دیا ہے اور یہ کہ اس ORDER کے مخصوص نہج کی وجہ سے تصریفی صورتوں پر کیا کیا اثر پڑتا ہے اور اس میں کیسے کیسے تبدیلیاں ہوتی ہیں۔

اس کی کتاب کا خاکہ اس طرح ہے۔

پہلا باب حروف تہجی کی وضاحت پر مشتمل ہے۔ اس میں حروف اور آوازوں کا الگ الگ مطالعہ کیا گیا ہے۔ تحریری پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے دو باتوں سے خاص طور پر بحث کی گئی ہے۔ ایک انگریزی ٹرانسکرپشن کے اصول دوسرے دیوناگری اور فارسی رسم الخط کی افادیت اور فارسی رسم الخط کو دیوناگری پر ترجیح دینے کے وجوہ صوتی لحاظ سے ایک طرف تو ہندوستانی آوازوں کے اخراج کے طریقوں، آوازوں پر زور، تلفظ میں لہجہ کی اہمیت وغیرہ پر بہت زیادہ تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے دوسری طرف انگریزی اور ہندوستانی کی مماثل آوازوں کا تقابلی مطالعہ کیا گیا ہے۔

گل کرسٹ کی قواعد دس ابواب پر مشتمل ہے۔

پہلے باب کو اس نے جزوں میں تقسیم نہیں کیا ہے۔ باقی ابواب کسی موضوع کے اعتبار سے متعدد جزوں میں تقسیم ہیں۔

دوسرا باب اسم کے بیان پر مشتمل ہے اس کے دو حصے ہیں۔ پہلے جزو میں ARTICLE کا مطالعہ کیا گیا ہے وہ کہتا ہے کہ اردو میں کوئی ARTICLE نہیں ہے۔

دوسرے جزو (۱) میں اسما کی جنس کے اصول بیان کئے گئے ہیں۔ یہ تمام اصول خالص اسما کی شکل سے بحث کرتے ہیں کوئی اصول اسم کے معنی سے بحث نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ جاندار اور غیر جاندار کی تفریق بھی قائم نہیں کی گئی ہے۔ (۲) اسما کی تصریف کے قاعدے بیان کئے گئے ہیں یہ قاعدے اہم ہیں۔ پہلے میں وہ بتاتا ہے کہ الف اور ہ پر ختم ہونے والے اسما واحد حالت میں دو شکلیں قبول کرتے ہیں۔ (۱) فاعلی (۲) تصریفی اور جمع میں تین (۱) فاعلی (۲) تصریفی مفعولی (۳) تصریفی ندائی وغیرہ وغیرہ۔ دوسرا قاعدہ مؤنث اسما کی تبدیلی کے بارے میں ہے۔ تیسرے میں ندا کے اصول بیان کئے گئے ہیں۔ چوتھا حالتوں کے عمومی استعمال کے بارے میں ہے۔ اس نے کہیں بھی اسم کی تقسیم معنی کے اعتبار سے نہیں کی ہے۔

قواعد کا تیسرا باب ضمائر کے بارے میں ہے۔

چوتھا صفات کے بارے میں ہے۔

پانچواں باب افعال کے بارے میں ہے۔ یہ کئی حصوں پر مشتمل ہے اس میں افعال کی قسموں گردانوں اور مختلف شکلوں پر بے حد تفصیلی اور فلسفیانہ بحث کی گئی ہے۔ مرکب صیغوں اور مرکب افعال کے عمل کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی گئی بلکہ وہ افعال اور ان کے صیغوں کے تاریخی پس منظر اور ارتقا کو بھی سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ خاص طور پر وہ افعال کے غیر شخصی استعمال کو موضوع بحث بناتا ہے۔ اس استعمال کے ہر پہلو کی وضاحت کرتا ہے، حد یہ کہ سماجی پہلو کی بھی

اس نے خود افعال، حالیہ، امدادی فعل مضارع وغیرہ سے اور افعال کو افعال سے مرکب کرکے بنائے جانے والے صیغوں سے تفصیلی بحث کی ہے اور بے شمار معیاری اور غیر معیاری صیغوں کی تشکیل کی ہے۔

آٹھواں باب نحو کے بارے میں ہے۔ اس میں جملے میں الفاظ کی ترتیب سے بحث کرتا ہے۔ جملے کو روایتی طور پر حصوں میں تقسیم نہیں کرتا۔ وہ کہتا ہے کہ ہندوستانی زبان میں ترتیب کا MODE دوسری زبانوں کے عام MODE سے قدرے الگ ہوتا ہے۔ نظم کی ترکیب میں یہ لاطینی سے ملتا ہے۔ لیکن کوئی طور سے بہت لچکدار ہوتا ہے۔ نحو کے اصولوں کی اس ڈھنگ سے وضاحت کی ہے۔

(۱) اسما اور ان کے لوازم کی ترتیب

(۲) اگر جملے میں دو اسما کا عمل ایک ہی ہوگا تو وہ دونوں ایک ہی حالت میں ہوں گے چاہے درمیان میں فعل آئے یا نہ آئے لیکن اگر ان کے عمل مختلف ہوں . . . . . . تو وہ حروف جر کے تابع ہو جائیں گے۔

(۳-۴) اسما اور حروف جر کی ترتیب۔

(۵) ضمائر کا استعمال خاص طور سے جملہ میں "اپنا" کا عمل۔

(۶) اسما صفات اور حروف کی مطابقت۔

(۷-۸-۱۰) افعال فاعل اور مفعول کی مطابقت

(۹) موصولی اور استفہامی ضمائر

(۱۱) غیر شخصی افعال

(۱۲) افعال سے افعال کی ترکیب

(۱۳) حالیوں کا استعمال

(۱۴) لاطینی کی ABSOLUTE حالت سے مماثل ترکیبیں اور تاکیدی لاحقے۔

(۱۵) حروف عطف وغیرہ کا عمل

(۱۶) حروف ندا اور اسما کی ندائی حالتیں

(۱۷) استفہام

(۱۸) نہی

(۱۹) تمیزی کلمے

(۲۰) تاکیدی یا زائد کلموں کا جملے میں عمل مثلاً "تو" "ہی" "تو" میں نہیں کے لئے "نہ" "کیوں" "سنو" "بھی" وغیرہ

بہادر علی حسینی کی قواعد اس نہج سے بالکل مختلف طریقہ سے لکھی گئی ہے۔ اس میں قواعد تیار کرنے کا عربی طریقہ اپنایا گیا ہے۔

رسالہ گل کرسٹ دو مقالوں میں منقسم ہے۔ ایک مفردات سے بحث کرتا ہے، دوسرا مرکبات سے۔

مقالہ اوّل میں تین بحثیں ہیں۔

(۱) بحث اوّل اسم کے بیان میں۔ یہ بحث چار ابواب پر مشتمل ہے باعتبار اشتقاق سہ قسمیں ہیں۔ جامد، مصدر، مشتق۔ مشتق کی چار قسمیں ہیں۔ اسم فاعل، اسم مفعول، اسم حالیہ، اسم تفضیل۔ باعتبار تعیین معنی دو قسمیں ہیں۔ نکرہ۔ معرفہ۔ معرفہ کی چار نوع ہیں۔ علم، ضمیر اسم اشارہ، اسمائے موصول۔

بحث دوم فعل کے بیان میں ہے۔ یہ دو ابواب پر مشتمل ہے۔ باب اوّل میں گردان ہے۔ باب دوم میں اقسام فعل و متعلق، غیر متعلق تذکیر و تانیث افعال وحدت و جمعیت افعال صحیح و غیر صحیح

بحث سوم حرف سے متعلق ہے۔

مفردات کی یہ بحث نہ نظریہ کے اعتبار سے گل کرسٹ کے نظریے کے مطابق ہے اور نہ عمل ہی طریقے کے مطابق ہے اول تو کلمے کی قسمیں عربی طریقے سے اسم فعل حرف کی گئی ہیں۔ پھر پہلی بحث میں نہ صرف صفت اور ضمیر بلکہ مصدر اور حالیوں کا بھی اسم کے تحت ہی مطالعہ کیا گیا ہے۔ گل کرسٹ کے اس سلسلہ میں بالکل مختلف خیالات ہیں حسینی کا اسم فاعل اور اسم مفعول کا تصور بھی گل کرسٹ سے جدا گانہ ہے۔ گل کرسٹ فاعل اور مفعول کو نحوی اہمیت دیتا ہے۔ جبکہ رسالہ میں اسمائے فاعل و مفعول کا مطالعہ عربی SYNTHETICAL طریقہ پر فعل سے مشتق کرتے ہوئے صرفی سطح پر کیا گیا ہے۔ گل کرسٹ نے اسما کی معنوی تقسیم بھی نہیں کی ہے وہ اسما کا مطالعہ خالص شکلی بنیادوں پر کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں وہ جاندار اور بے جان کی تفریق تک نہیں کرتا نکرہ اور معرفہ تو دور کی بات ہے۔ یہ تقسیم تو جاندار اسما میں بھی انسانی اور غیر انسانی تفریق کے بعد انسانی اسماکے تحت تقسیم کا تیسرا قدم ہے۔ اس نے اس راستے پر پہلا قدم ہی نہیں رکھا تو تیسرے قدم کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔ یہ اسمائے مطالعہ کے بالکل جداگانہ دو راستے ہیں۔ حسینی اسی راستہ پر آگے بڑھ کر معرفہ کو مزید چار نوع میں تقسیم کرتے ہیں۔

(۱) علم اور علم کی مزید قسمیں نام لقب خطاب وغیرہ اسی سلسلہ میں ضمیر وغیرہ وغیرہ کی بحث بھی ہے۔

اسی طرح اسما کی حالتوں فعل کی تقسیم اور حرف کے مطالعہ کے لئے دونوں قواعد نویسوں نے دو الگ الگ طریقے اپنائے ہیں نحو میں یہ فرق اور بھی واضح ہو جاتا ہے۔ گل کرسٹ کا نحو کا مطالعہ جملہ میں الفاظ کے عمل کا مطالعہ ہے۔ جبکہ حسینی کا مطالعہ معنی کا مطالعہ ہے، وہ مرکبات کی تقسیم صورت کے اعتبار سے کرتے بلکہ معنی کے اعتبار سے کرتے ہیں۔ مرکب غیر کلامی اور مرکب کلامی یعنی کلام، مرکب غیر کلامی کی تقسیم "جزو لفظ" کے "جزو معنی" پر" دلالت" کرنے کے اعتبار سے کی گئی ہے۔ توصیفی اضافی۔ تعدادی اور امتزاجی معنی کے مطالعہ نے صرفی اور نحوی بحثوں کو گڈ مڈ کر دیا ہے۔ امتزاجی میں خالص صرفی مسائل سے بحث کی گئی ہے۔

کلام یا جملہ کی تقسیم اسمیہ اور فعلیہ ہے اسمیہ کی روائتی تقسیم ہے، مسند، مسند الیہ اور حرف رابطہ، خاتم چار مفعولی پر مشتمل ہے اور اس میں اختصار سے وہی خیالات بیان کر دئے گئے ہیں جن کی وضاحت کتاب میں کی گئی ہے۔

گل کرسٹ کی قواعد اور حسینی کی قواعد دونوں بالکل الگ الگ طریقوں پر لکھی ہوئی دو الگ تصنیفیں ہیں۔ جن کو ایک دوسرے کا ماخذ و تلخیص کہنا کسی اعتبار سے بھی جائز نہیں ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اندرونی شواہد سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حسینی کے سامنے گل کرسٹ کی قواعد موجود تھی۔ اور اس نے مثالوں کے لئے الفاظ کا بڑا ذخیرہ اسی سے فراہم کیا ہے۔ لیکن ان کو برتا اپنے طور پر ہے اور میرا خیال ہے کہ یہ بات کچھ ایسی تعجب خیز بھی نہیں ہے۔ گل کرسٹ نے اپنی قواعد میں زبان کے گوناگوں استعمالاتی نمونوں کا "نثر اور نظم" میں اتنا بڑا "DATA" "فراہم کر دیا ہے کہ آج بھی اس سے استفادہ کیا جا سکتا ہے اصل مسئلہ ہے ان فراہم کئے ہوئے نمونوں کے مطالعہ کرنے کے طریقہ کا۔ ہم اس جملہ "حامد زید کا بیٹا ہے" کا مطالعہ گل کرسٹ کے دئے ہوئے نحوی اصول نمبر ۱۲۳ کے تحت بھی کر سکتے ہیں اور حسینی کے جملہ اسمیہ اور مرکب اضافی کے اصولوں کے تحت بھی لیکن مطالعہ کے یہ قطعی الگ الگ دو طریقے ہوں گے جو کسی ایک قواعدی تصنیف کی بنیاد نہیں بن سکتے۔

مراسلات

غلام علی عشرت

میر غلام علی عشرت بریلوی (۱۱۸۳ھ۔ ۱۲۳۶ھ) ریاست روہیلکھنڈ (رامپور) کے ان اساتذہ ادب میں سے تھے جنھوں نے صحیح معنوں میں شمالی ہند میں نہ صرف ادبی رفتار کو تیز کیا بلکہ اپنے اہم ادبی کارناموں سے تاریخ ادب اردو کے عہد وسطیٰ میں بعض اہم ادبی و لسانی قدروں کو فروغ دیا۔ اس مسلمہ حقیقت کے باوجود یہ اردو دنیا میں عرصہ تک گمنام رہے۔

قدیم تذکروں میں تذکرہ فاخرین (قلمی مخزونہ رضا لائبریری رامپور) ریاض الفصحا، طبقات الشعرا، گلشن بے خار، خوش معرکۂ زیبا، مجموعہ نغز، اور انتخاب یادگار امیر مینائی وغیرہ میں عشرت کا حال روایتی انداز میں ملتا ہے۔ جدید محققوں میں جناب ڈاکٹر لطیف حسین ادیب اور ڈاکٹر گیان چند جین وغیرہ نے کسی قدر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

اب تک کی تحقیقات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غلام علی عشرت کے اجداد سادات مشہد تھے۔ غالباً عہد مغلیہ کے کسی زمانہ میں ان کے اجداد مشہد سے ہندوستان آئے۔ ان کے والد میر معظم علی مشہدی بریلی میں مقیم ہو گئے جہاں محلہ گڑھیا میں عشرت کی پیدائش ہوئی۔ تاریخ پیدائش کے سلسلے میں یقین کے ساتھ کچھ کہنا مشکل ہے۔ مصحفی نے ریاض الفصحا میں "عمرش تخمیناً چہل سالہ خواہد بود" لکھا ہے۔ ریاض الفصحا کی پندرہ سالہ مدت تالیف میں یہ اندازہ کرنا مشکل ہے کہ مصحفی نے کس سال اس عمر کا تخمینہ کیا تھا۔ قیاساً سنہ ۱۲۲۳ھ تسلیم کریں تو ان کی تاریخ پیدائش ۱۱۸۳ھ ہوتی ہے۔ اس قیاس کی بنیاد یہ ہے کہ عشرت نے پدماوت کے دیباچہ میں اپنے بریلی سے رامپور منتقل ہونے کی تاریخ ۱۲۱۱ھ تحریر کی ہے، جہاں وہ محمد عثمان خاں اور احمد خاں (بھانجے نواب فیض اللہ خاں والی رامپور) کی ملازمت و رفاقت میں آگئے۔ ظاہر ہے عشرت سن شعور کو پہنچ گئے ہوں گے اور ان کی ادبی و شاعرانہ عظمت کی شہرت مذکورہ نواب زادوں (محمد عثمان خاں اور احمد خاں) نے سنی ہوگی تبھی عشرت کو بریلی سے رامپور آنے کی دعوت ملی ہوگی۔ اس لحاظ سے رامپور منتقل ہونے کے وقت (سنہ ۱۲۱۱ھ) عشرت کی عمر ۲۸ سال رہی ہوگی۔

رامپور میں عشرت کا عہد نواب نصر اللہ خاں بہادر کے زمانہ نیابت (۱۲۰۹ھ تا غایت ۱۲۲۵ ہجری) کے عہد تک رہا (انتخاب یادگار)۔ وہاں خصوصیت کے ساتھ مولوی قدرت اللہ شوق سے عشرت کو بڑی قربت اور محبت تھی۔ وہ ان کا ذکر بڑی عقیدت سے کرتے ہیں۔ ہر ہفتہ بعد نماز جمعہ شوق کی قیامگاہ پر مجلس مشاعرہ منعقد ہوا کرتی تھی جس میں شہر کے دیگر نامور شعرا مثلاً حافظ بدھن شیفتہ، غلام جیلانی رفعت، بہت خاں بہت، مولوی محمد اکرم، نسیم، کبیر خاں تسلیم اور سید رفیع الدرجات کے علاوہ عشرت بھی پابندی سے شریک ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ عشرت نے مولوی قدرت اللہ شوق اور اپنے احباب شعرا کی فرمائش پر جبرت کی نامکمل مثنوی پدماوت کو مکمل کیا۔ دیباچہ میں عشرت لکھتے ہیں:

"میں نے پاس خاطر مولوی قدرت اللہ شوق وغیرہ سے باقیماندہ یہ قصہ عجیب و غریب بگذارش بسیار و فکر بے شمار عرصہ یک و نیم ماہ میں ساتھ اس جلدی کے کہ انصرام پانا اس کلام کا محال تھا تمام کیا......"

عشرت کی استادانہ حیثیت کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ نہ صرف قدرت اللہ شوق اور مقامی باکمال معاصرین کی نظر میں وہ معزز و محترم اور ان کی محفلوں میں برابر کی جگہ پانے والے تھے بلکہ ان کی بعض مشہور غزلوں کے قدر داں شیخ امام بخش ناسخ جیسے استادان فن بھی تھے۔ شاعری میں ان کی "طبع رسا" اور "فہم بجا" کے شوق معترف تھے۔ تحقیق سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نظم و نثر میں فصاحت و بلاغت اور استادی کے ساتھ ہی ساتھ لوگ ان کے اخلاق سے بھی گرویدہ تھے۔ چنانچہ ان کی "سعادت منشی" "نیک مزاجی" اور "کریم النفسی" کے اکثر تذکرہ نویس قائل ہیں۔ انھیں خصوصیات کی بنا پر حکیم میر ضیاء الدین جبرت کی نامکمل مثنوی پدماوت کی تکمیل کی فرمائش عشرت ہی سے کی اور انھوں نے محض ڈیڑھ ماہ میں تقریباً تین ہزار اشعار یعنی اوسطاً ۷۰۔۶۵ اشعار روزانہ کہہ کے فی الواقع اپنی قادر الکلامی اور استادانہ صلاحیتوں کا پورا پورا ثبوت فراہم کیا۔ افسوس کہ ان کے کئی دیوان چند تصانیف اور کئی مثنویوں کا آج کوئی پتہ نہیں ورنہ داخلی شہادتوں کے پیش نظر ان کے اخلاق و کردار اور ادبی صلاحیتوں پر مزید روشنی پڑتی۔

اب تک معلوم و موجود تصانیف میں عشرت کی مندرجہ ذیل کتابوں کا پتہ ملتا ہے:

(۱) پدماوت۔ مثنوی، سال تصنیف سنہ ۱۲۱۱ھ/ سنہ ۱۷۹۶ء (مطبوعہ)

(۲) ریاض الحسین مثنوی، سال تصنیف سنہ ۱۲۲۳ھ/ سنہ ۱۸۰۸ء۔ قلمی مخزونہ رضا لائبریری رامپور۔

(۳) داستان سحر البیان۔ نثر۔ سال تصنیف سنہ ۱۲۳۰ھ/ سنہ ۱۸۱۵ء قلمی مخزونہ رضا لائبریری، خدا بخش خاں لائبریری پٹنہ اور پروفیسر ذکی الحق صاحب پٹنہ۔

(۴) دیوان غزلیات۔ قلمی مخزونہ رضا لائبریری۔

مصحفی کے تذکرہ سے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ عشرت کثیر التصانیف فنکار تھے۔ ان کے الفاظ ہیں:

"چون کثیر الکلام دیوان ہا و مثنوی ہائے متعددہ"
(ریاض الفصحا)

تذکرہ کاملان رامپور کے مصنف حافظ احمد علی خاں شوق،

یا امیر مینائی اور تقریباً تمام تذکرہ نویس اس امر پر متفق ہیں کہ میر غلام علی عشرت مرزا علی لطف کے شاگرد تھے۔ دبستان بریلی و رامپور میں عشرت کی حیثیت استاد الاساتذہ کی تھی اس لئے ان کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگردوں کی اچھی خاصی تعداد تھی۔ مثلاً براہ راست شاگردوں میں میر سعادت علی بخش، احمد خاں احمد، شیخ احمد حسین راحت، مائل اور امیر الدین آزاد مشہور شاعر گزرے۔ پھر شیخ احمد حسین راحت کے شاگردوں میں نثار علی خاں نثار، کریم الدین ضیغم، فرحت (عشرت کے پوتے) تھے۔ ڈاکٹر لطیف حسین ادیب صاحب کے الفاظ میں عشرت کے شاگرد امیر الدین آزاد تو "دبستان بریلی کے بابا آدم" ہوئے ہیں۔ امیر الدین آزاد کے شاگردوں میں سید مہربان علی فرحاں اور قاسم علی جان خواہاں بریلی کے مشہور شاعر گزرے ہیں۔ اس سے عشرت کی استادانہ حیثیت بالکل واضح ہو جاتی ہے یعنی رامپور میں جس طرح قائم، شوق، آشنا، رفعت، رتنا اور حسرت کے تلامذہ کے سلسلے قائم ہو گئے اس طرح اس دور میں عشرت کے تلامذہ کا بھی ایک طویل سلسلہ چلا۔

عشرت کی تاریخ وفات کے سلسلے میں کوئی اختلاف یا ابہام نہیں۔ سنہ ۱۲۴۲ھ میں تقریباً ۸۵ برس کی عمر میں رامپور میں وفات پائی مولوی عبد الملک[8] ممتاز نے "ہائے میر عشرت" مادہ تاریخ کہا تھا۔

رفیق احمد قادری امروہوی نے اپنے استفسار میں عشرت کی مثنوی پدماوت کا ذکر کیا ہے۔ اس سلسلے میں کچھ اشارے کئے جا چکے ہیں۔ ان کی معلومات کے لئے مختصراً یہ عرض ہے کہ مثنوی پدماوت تنہا عشرت کی تصنیف نہیں ہے بلکہ حکیم میر ضیاء الدین عبرت (شاگرد نواب محبت خاں محبت) نے مصطفیٰ خاں عرف نجو میاں کی فرمائش پر اس کا آغاز کیا تھا کہ ان کے انتقال (سنہ ۱۲۸۸ھ) کی وجہ سے یہ نامکمل رہ گئی اور جس کو عشرت نے قدرت اللہ شوق کے کہنے پر سنہ ۱۲۹۶ھ میں مکمل کیا۔ اس کے قلمی نسخے رضا لائبریری رامپور، خدا بخش خاں لائبریری پٹنہ اور حیدر آباد میں موجود ہیں۔

پدماوت عشرت و عبرت (تصنیف دو شاعر، بالفاظ عشرت) کے قصہ کی بنیاد ملک محمد جائسی کی اودھی پدماوت (سال تصنیف ۹۲۶ھ-۱۵۱۹ء) ہے جس میں چتوڑ کے راجہ رتن سین اور سنگلدیپ کی شہزادی کے عشق کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ عشرت و عبرت کی یہ مثنوی پہلی بار مطبع مصطفائی لکھنؤ، دوسری بار مطبع نول کشور کانپور اور تیسری بار حافظ جی خواجہ قطب الدین احمد پروپرائٹر نامی پریس لکھنؤ کی معرفت سے بالترتیب سنہ ۱۲۶۸ھ، سنہ ۱۸۸۵ء اور ستمبر سنہ ۱۹۲۶ء میں شائع ہوئی۔

اس وقت میرے پیش نظر پدماوت کا تیسرا ایڈیشن ہے مثنوی کے داخلی شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ عبرت و عشرت میں سے کسی نے بھی ملک محمد جائسی کی اودھی پدماوت کو پیش نظر نہیں رکھا بلکہ عبرت نے عاقل خاں رازی (عہد عالمگیر سنہ ۱۰۷۵ھ م سنہ ۱۶۵۹ء) مثنوی بنام "شمع و شاعر") اور عشرت نے ملا عبد الشکور بزمی (عہد جہانگیر سنہ ۱۰۲۷ھ م سنہ ۱۶۱۸ء) کے فارسی تراجم کو سامنے رکھا۔

عبرت کہتے ہیں ؎

مگر مضمون عاقل خاں رازی

کہ اوس نے داستاں یہ فارسی کی

تمیں کے طرق اس میں ہے داخل

کہ میں اوس کے مقولہ کا ہوں ناقل

(پدماوت ص [illegible])

حوالہ جات:-

۱ و ۲ دیباچہ پدماوت، از غلام علی عشرت بریلوی۔

۳ تذکرہ کاملان رامپور، حافظ احمد علی خاں شوق

۴ انتخاب یادگار، امیر مینائی

۵ مجموعہ نغز، قدرت اللہ قاسم

۶ خوش معرکہ زیبا، نصر اللہ خاں خویشگی۔

۷ انتخاب یادگار، امیر مینائی۔

۸ بحوالہ تذکرہ شعرائے بریلی، زیر ترتیب از جناب ڈاکٹر سید لطیف حسین صاحب ادیب۔

۹ تذکرہ کاملان رامپور ص [illegible] وغیرہ

رانچی۔ ● احمد سجاد

غالب کے مختلف دواوین کے متعلق معلومات کی ضرورت

آندھرا کے جناب شیخ نادر علی صاحب نے ایک نہایت ہی اہم ضرورت کی طرف اردو داں کو توجہ دلائی ہے کہ غالب کے مختلف دواوین کی مفصل معلومات یکجا کی جائیں۔ اردو ادب کے مبتدیوں کی بات تو چھوڑیئے اکثر کالجوں کے شعبۂ اردو کے اساتذہ کرام بھی غالب کے نسخۂ حمیدیہ، نسخۂ بھوپال اور نسخۂ شیرانی کے فرق و امتیاز سے ناواقف ہیں۔ ان سب کے متعلق معلومات کو کتابی شکل میں یکجا کرنا کسی ماہر غالبیات ہی کے بس کا کام ہے اس سلسلے میں ہمیں جو شخصیت نمایاں طور پر نظر آتی ہے وہ جناب مالک رام صاحب ہی کی ہے۔ امید ہے کہ جناب موصوف اس کام کا آغاز اپنی اولین فرصت میں فرمائیں گے۔

دھارواڑ۔ ● عبد المجید پانگل

ذیل کی دکنی عبارت کا مطلب کیا ہے؟

ہمیں ایک کھیت سے ایک تانبے کی تختی دستیاب ہوئی ہے جس پر اردو رسم خط میں مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے

تجو کیسکیں کچھ کرل یا ما نوسنت لاؤں احد کر وکیت لکھ پاک۔

دکنی اردو کے ماہرین سے التماس ہے کہ مندرجہ بالا عبارت کے مطلب سے ہمارے رسالہ کے ذریعے مطلع فرمائیں۔

دھارواڑ۔ ● عبد المجید پانگل

انجمن کی خبریں

انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش کے وفد کی وزیراعلیٰ سے ملاقات

حیدرآباد ۲۹ راپریل انجمن ترقی اردو (آندھرا پردیش) کا ایک وفد ۲۷ راپریل ۱۹۷۲ء کو جناب چیف منسٹر صاحب آندھرا پردیش سے ان کی سرکاری قیام گاہ پر ملا۔ اور ریاست میں اردو بولنے والوں کو جو مشکلات درپیش ہیں ان پر گفتگو کی۔ بات چیت کے دوران جی او ۱۸۰ بھی زیر بحث آیا۔ چیف منسٹر صاحب نے فرمایا کہ یہ جی او صرف تلگو ہی نہیں بلکہ بشمول اردو ریاست میں بولی جانے والی تمام علاقائی زبانوں کی ترقی کے لئے جاری کیا گیا ہے۔ وفد نے اس پر اپنے شک وشبہ کا اظہار کیا تو چیف منسٹر صاحب نے سکریٹری محکمۂ تعلیم کو جو اس موقعہ پر وہاں موجود تھے ہدایت کی کہ وہ ان شکوک کے ازالہ کے لئے ایک ضروری وضاحت کا اعلان کردیں۔ وفد نے چیف منسٹر صاحب کی خدمت میں ایک یادداشت بھی پیش کی اور موصوف نے وعدہ فرمایا کہ وہ دس بارہ روز کے اندر اس کا جواب دیں گے۔

عوام کی واقفیت کے لئے یادداشت ذیل میں شائع کی جارہی ہے

جناب والا ہم آپ کے شکر گزار ہیں کہ آپ نے ہمیں ملاقات کا یہ موقعہ عنایت فرمایا تاکہ آندھرا پردیش کے اردو بولنے والے اس ریاست میں اپنی زبان کے مستقبل کے متعلق کئی سال سے جس گہری تشویش میں مبتلا ہیں اس کا آپ پر اظہار کیا جاسکے۔ گزشتہ چند مہینوں میں خاص کر جی او نمبر ۱۸۰ مورخہ ۲۰ ردسمبر سنہ ۱۹۷۱ء کی اجرائی اور حال ہی میں ضلع پریشدوں اور پنچایت سمیتیوں میں زبان کے استعمال کے تعلق سے جو حکم نافذ ہوا ہے اس کے بعد سے ان کے شکوک وشبہات میں اور زیادہ اضافہ ہوگیا ہے۔ اردو بولنے والوں کو زندگی کے مختلف شعبوں میں خواہ ان کا تعلق تعلیم سے ہو یا عدالتوں سے نظم ونسق سے ہو یا فراہمی روزگار سے۔ طرح طرح کی جن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان کی تفصیلات بیان کرنا اس موقعہ پر غیر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے ہم صرف ان کم ترین مطالبات کے پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جن کے پورا ہونے پر ہی اس بات کا انحصار ہے کہ اردو ایک زندہ اور ترقی پذیر زبان کی حیثیت سے اپنا وجود برقرار رکھے اور آئندہ ترقی کرسکے۔ یہ مطالبات کم وبیش پہلے ہی حکومت کے پاس پیش کئے جاچکے ہیں۔ اب ہم انہیں دوبارہ آپ کی خدمت میں ہمدردانہ غور اور جلد از جلد توجہ کے لئے پیش کرتے ہیں۔

(۱) یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ تلگو آندھرا پردیش کی سرکاری زبان ہے پھر بھی اس حقیقت کے پیش نظر کہ اس ریاست میں بسنے والوں کی ایک بھاری تعداد اردو بولتی ہے اور وہ آبادی کے ایک قابل لحاظ حصے کی مادری زبان ہے اردو کو علاقائی زبان قرار دیا جائے۔

(۲) ان علاقوں میں جہاں آبادی کا کم از کم دس فیصد حصہ اردو بولتا ہے حسب ذیل سہولتیں فراہم کی جائیں۔

(الف) اہم قوانین، قاعدے، ضابطے اور اعلامیے، مشمول فہرست رائے دہندگی، برقی اور آب رسانی کے بل، راشن کارڈز وغیرہ اردو میں بھی جاری کئے جائیں۔ (ب) وکلاء کو عدالتوں میں اردو کے استعمال کی اجازت ہو اور عرضی دعوے، درخواستیں، مرافعے، حلف نامے وغیرہ اردو میں بھی قبول کئے جائیں اگر فریقین فیصلے اور احکام کے اردو ترجموں کا مطالبہ کریں تو انہیں مہیا کئے جائیں۔ شہادتیں اردو میں تحریر کی جائیں اور توثیق کے لئے وہ گواہوں کو اردو میں پڑھ کر سنائی جائیں۔

(ج) ضلع پریشدوں، پنچایت سمیتیوں اور دوسرے لوکل باڈیز میں اس کا انتظام کیا جائے کہ اگر کوئی رکن اردو میں تقریر کرے تو اس کارروائی کا ریکارڈ اردو میں بھی رکھا جائے۔ (د) تعلقہ اور ضلع کے دفتروں میں اردو بولنے والے اہل معاملہ کے لئے پوری پوری سہولتیں بہم پہنچائی جائیں۔ (ھ) داخلے کے موقعہ پر طلبہ کی دس تعداد میں موجودگی پر اصرار کے بغیر جو بعض وقت ناقابل عمل ہوجاتی ہے تحتانوی اور ثانوی مدارس میں اردو کی متوازی جماعتوں کے قیام کا انتظام کیا جائے۔ اردو اساتذہ کی ٹریننگ اور اردو نصابی کتب کا بھی انتظام کیا جائے۔ اسکولوں میں زبانیں سکھانے کا اس طرح انتظام کیا جائے کہ طلبہ پر چار زبانیں سیکھنے کا بار نہ پڑے۔ (و) اردو بولنے والے لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے ایسے انتظامات کئے جائیں کہ وہ کالج اور یونیورسٹی کی سطح تک اردو کو بطور ذریعہ تعلیم اختیار کرسکیں (ز) تمام سرکاری عمارتوں، دفتروں اور تعلیمی اداروں کے سائن بورڈوں پر اردو میں بھی ان کے نام لکھے جائیں۔

(۳) انتظامی اور عدالتی جائدادوں پر تقرر کے وقت اردو بولنے والے امیدواروں سے صرف کام چلاؤ تلگو جاننے کا مطالبہ کیا جائے اور مہارت پر اصرار نہ کیا جائے اس بات کا بھی انتظام کیا جائے کہ کم از کم چند ایسے اشخاص جن کی مادری زبان اردو نہیں ہے کام چلاؤ اردو سے بھی واقفیت حاصل کریں تاکہ نظم ونسق کے معاملات سے اپنی زبان میں نپٹنے کا حق اردو بولنے والی آبادی کے لئے محض فریب نہیں بلکہ حقیقی ثابت ہو۔ جہاں کہیں ضرورت ہو مترجمین مقرر کئے جائیں۔

(۴) اگرچہ اراکین مقننہ کو اردو میں تقریر اور سوالات کرنے کی آزادی حاصل ہے نیز گورنر کی تقریر، موازنے کے متعلق تقریر اور چند خاص خاص مسودات قانون اردو میں بھی گشت کرائے جاتے ہیں تاہم ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام مسودات قانون، گورنر کے فرمان اور حکومت کی طرف سے جاری ہونے والے تمام قواعد وضوابط وغیرہ اردو میں بھی فراہم کئے جائیں۔ نیز اردو سوال وجواب انگریزی یا تلگو میں دئے جاتے ہیں ان کے اردو ترجمے مہیا کئے جائیں۔ جریدہ سرکاری کا صرف تھوڑا سا حصہ اردو میں شائع کیا جاتا ہے ضرورت ہے کہ پورا جریدہ اردو میں بھی شائع کیا جائے۔

(۵) اردو کو دیئے جانے والے تمام حقوق کو قانون کی پشت پناہی حاصل رہے تاکہ ان کی خلاف ورزی کی صورت میں شاکی فریق اگر چاہے تو رفع شکایت کی غرض سے قانونی چارہ جوئی اختیار کرسکے۔

• نامہ نگار

اخبار و اذکار

اردو کی ترقی کے لئے ایک مرکزی کمیٹی کا قیام

نئی دہلی: مرکزی وزیر تعلیم جناب پروفیسر نور الحسن صاحب نے ایک تحریری بیان کے ذریعہ لوک سبھا میں بتایا کہ حکومت ہند نے اردو کی ترقی اور ترویج کے لئے ایک سولہ رکنی کمیٹی وزیر مملکت برائے تعمیرات و مکانات جناب اندر کمار گجرال کی سربراہی میں قائم کی ہے۔

یہ کمیٹی اردو کی ترقی اور اردو بولنے والوں کے تعلیمی ثقافتی اور انتظامی معاملات کے سلسلے میں حکومت کو مشورہ دے گی اور چھ مہینے کے اندر اندر حکومت کے سامنے اپنی رپورٹ پیش کر دے گی۔ کمیٹی کے دوسرے ممبران حسب ذیل ہیں۔

(۲) جنابہ بیگم حامدہ حبیب اللہ وزیر مملکت اتر پردیش نائب چیرمین (۳) جناب شری سوا صاحب وزیر مملکت برائے تعلیم بہار (۴) جناب پروفیسر ایم مجیب صاحب وائس چانسلر جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی (۵) جناب پروفیسر عبد العلیم صاحب وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی (۶) جناب ڈاکٹر سروپ سنگھ وائس چانسلر دہلی یونیورسٹی (۷) جناب سید احتشام حسین صدر شعبۂ اردو الہ آباد یونیورسٹی (۸) جناب ڈاکٹر گیان چند جین صدر شعبۂ اردو جموں یونیورسٹی (۹) مشہور افسانہ نگار جناب کرشن چندر (۱۰) مشہور محقق جناب مالک رام صاحب (۱۱) جناب سجاد ظہیر صاحب (۱۲) جناب عابد علی خاں اڈیٹر سیاست حیدرآباد (۱۳) جناب سید علی جواد زیدی اور مرکزی وزارت اطلاعات و نشریات داخلہ اور ثقافتی امور کی تین جوائنٹ سکریٹری

• انڈین ایکسپریس

کانگرس کی ممبری کی رسیدیں اردو میں

لکھنؤ: کانگرس اقلیت مورچہ تقریباً سال بھر سے اس بات کی کوشش کر رہا ہے کہ کانگرس کی ممبر بنانے کی رسیدیں اردو اور ہندی دونوں زبانوں میں ایک ساتھ چھاپی جائیں۔ اب شریمتی راجندر کماری باجپئی صدر کانگرس کمیٹی نے سلطانہ حیات صاحبہ کو خبر دی ہے کہ یہ درخواست منظور کر لی گئی ہے آئندہ جو ممبرشپ کی کاپیاں چھپیں گی اس میں پہلو بہ پہلو دونوں زبانیں ہوں گی۔

• قومی آواز لکھنؤ

میٹروپولیٹن کونسل میں اردو

دلی: میٹروپولیٹن کونسل کی کارروائی میں اردو کا استعمال شروع کر دیا گیا ہے سوالات وغیرہ اردو میں ترجمہ کر کے چھپائے جا رہے ہیں، یاد رہے کہ لیفٹننٹ گورنر کا ایڈریس بھی اردو میں لکھا گیا تھا۔

• الجمعیۃ دہلی

اردو کے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا

دلی: میٹروپولیٹن کونسل میں مالی سال ۱۹۷۰ء کے بجٹ سے متعلق قرارداد پر تقریر کرتے ہوئے مرزا احمد صدیق (کانگریس) نے کہا کہ اردو کو مرکزی حکومت کی اعلیٰ طاقتی کمیٹی کی سفارشات کے مطابق اس کا جائز مقام دینا، مرکزی اور دیگر اسکولوں میں جہاں خاطر خواہ مطالبات ہوں اس کی تعلیم کا اہتمام کرنا اور بجٹ میں اس کے لئے رقم مقرر کرنا چاہئے۔

انھوں نے کہا کہ نصابی کتابیں اردو میں نہیں ملتیں اردو میڈیم والے اسکولوں کو وہ سہولتیں حاصل نہیں ہیں جو دوسرے اسکولوں کو حاصل ہیں ۲۵ برسوں میں کوئی اردو میڈیم اسکول نہیں کھولا گیا ہے۔ جو اساتذہ اردو سے نابلد ہیں انھیں اردو اسکول میں لگایا جاتا ہے۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے انھوں نے کہا کہ اردو کا جہاں تک سوال ہے اس کے ساتھ آئینی حکومت اور کانگریس کی یقین دہانیوں کے باوجود انصاف نہیں کیا جاتا۔ سرکاری اعلانات اردو میں نہیں ہوتے۔ ایجنڈا، بجٹ اور دیگر رپورٹیں اردو میں شائع نہیں کی جاتیں نہ ہی اردو سے متعلق کوئی الگ شعبہ قائم کیا گیا۔

میرا مطالبہ ہے کہ سہ لسانی فارمولا پر عمل کرتے ہوئے اردو اور پنجابی کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دیا جائے۔

• الجمعیۃ دہلی

ترقی اردو بورڈ کی سرگرمیاں

نئی دہلی: مرکزی وزارت تعلیم کی طرف سے مقرر کردہ ترقی اردو بورڈ کی مجلس وضع اصطلاحات کی اختتامی تقریب کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے پروفیسر محمد مجیب وائس چیرمین ترقی اردو بورڈ نے بتایا کہ بورڈ اب تک تقریب چالیس سبجکٹ پینل کمیٹیاں اور ذیلی کمیٹیاں تشکیل کر چکا ہے۔

مجلس نے وضع اصطلاحات کے لئے ۱۵ کمیٹیاں بنائی ہیں جن میں سے سائنس اور آرٹس کی دس کمیٹیوں کا اجلاس ہو گیا۔ ان کمیٹیوں میں مختلف یونیورسٹیوں کے تقریباً ۸۰ ماہرین نے حصہ لیا۔

ترقی اردو بورڈ نے جو جولائی ۱۹۶۹ء سے کام کر رہا ہے مختلف علوم و فنون کی ایک لاکھ اصطلاحات جمع کی ہیں جن میں سے ۷۵ ہزار اصطلاحات کا ترجمہ کیا جا چکا ہے اور ۳۰ ہزار اصطلاحوں کو ماہرین کی کمیٹی نے آخری شکل دے دی ہے۔

مختلف علوم سے متعلق ماہرین کی کمیٹی نے ۴۲۰ ایسی کتابوں کا انتخاب کیا ہے جن کا ترجمہ کیا جائے گا۔ ان میں ایسی کتابیں بھی شامل ہیں جنھیں مصنفین سے لکھوایا بھی جائے گا ان میں۔ ۷۵ کتابیں ترجمہ تصنیف کے لئے دی جا چکی ہیں۔

ترقی اردو بورڈ کی طرف سے تین کتابیں شائع کی جا چکی ہیں۔

اور وہ مسودے نیشنل بک ٹرسٹ اور نیشنل کاؤنسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اور ٹریننگ کے حوالے کیے جائیں گے بورڈ نے اردو، انگریزی، اور انگریزی اردو ڈکشنریوں اور قاموس (انسائیکلو پیڈیا) شائع کرنے کا پروگرام بھی بنایا ہے۔ اس سلسلے میں ضروری اقدامات کیے جا رہے ہیں۔ قومی آواز

اردو کی ابتدائی تعلیم کے لیے کانپور مرکز بن سکتا ہے

کانپور:۔ بانس منڈی کے علاقے میں ڈاکٹر اقبال لائبریری کی پشت پر پڑی ہوئی زمین پر ایک ہوسٹل کی تعمیر کے سلسلے میں سنگ بنیاد رکھتے ہوئے ریٹائرڈ میجر جنرل عنایت حبیب اللہ نے کہا کہ اقبال کا پیغام اردو کی ترقی کے لیے تھا اور آج ملک میں سیکولرازم اور سوشلزم کی جو نئی روح پھونکی جا رہی ہے اس میں اس پیغام کی اشد ضرورت ہے۔ اقبال ایک انقلابی شاعر تھے اور اس ملک کو ان کی آج اتنی ہی ضرورت ہے جتنی آزادی سے پہلے تھی ہندوستان میں جمہوری نظام قائم کرنے کے لیے اردو سے زیادہ موثر کوئی دوسری زبان نہیں ہو سکتی۔

انھوں نے اس ضمن میں یہ بات بھی کہی کہ تنگ نظری کو ترک کرنا ہوگا اور اردو کو عام زندگی میں اختیار کرنا ہوگا۔

اس موقع پر صدارت کرتے ہوئے کانپور کے میئر جناب رتن لال شرما نے یقین دلایا کہ اردو کو کارپوریشن میں زیادہ سے زیادہ مراعات دی جائیں گی اور اردو تعلیم کا بندوبست کیا جائے گا۔

سماجی بہبود کی وزیر بیگم حامدہ حبیب اللہ نے تقریب کا افتتاح کرتے ہوئے علامہ اقبال کو شاندار الفاظ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ ۱۹۴۷ء کے بعد سے پاکستان والوں نے اقبال کو ہم سے چھین لینے کی مسلسل کوشش کی، پاکستان نے ان کو محدود کر دینا چاہا لیکن سمندر پر روک لگانا بھلا کہاں ممکن ہے۔ ماضی میں بھی اقبال نے خوف، مایوسی اور بے عملی کے خلاف جہاد کرنے کا کارنامہ انجام دیا تھا۔

اردو کے مسائل کا ذکر کرتے ہوئے بیگم حبیب اللہ نے کہا کہ اردو کا سب سے بڑا مسئلہ اس کی ابتدائی تعلیم کا بندوبست ہے۔ اردو اکاڈمی کے قیام کے فوراً بعد سب سے پہلے ہم نے اس مسئلہ پر خوب توجہ کی ہے۔ کانگریس نے وزیر اعظم اندرا گاندھی کی قیادت میں ملک کو جو نیا رخ دیا ہے وہ مبارک ہے کہ آج یو۔ پی میں اردو کی ابتدائی تعلیم کے دروازے کھل رہے ہیں مگر اس سلسلے میں ہماری آپ کی انفرادی ذمہ داریاں حکومت کی ذمہ داریوں سے بہت زیادہ ہیں۔ اپنے بچوں کو اردو پڑھانے کی کوشش ہم کو خود اپنانا ہوگی ورنہ اردو میں ابتدائی تعلیم کی سہولت

حاصل ہونے سے بھی اردو کو ذرہ برابر بھی فائدہ نہیں ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ کانپور شہر اس معاملے میں یو۔ پی کے لیے ایک مثال ہو سکتا ہے اور آپ کی ذرا سی دلچسپی کانپور کو اردو تعلیم کا سب سے بڑا مرکز بنا سکتی ہے۔

انھوں نے کہا کہ ایک دوسرا مسئلہ اردو زبان میں اعلیٰ تعلیم کے لیے کتابوں کی تیاری کا ہے اور تعلیم کا مطلب سرکاری تعلیم نہیں ہے۔ اردو میں اچھی اور ذہین بنانے والی کتابوں کی مسلسل اشاعت ضروری ہے اردو اکاڈمی نے یہ فرض بھی اپنے ذمے لیا ہے لیکن جب تک اردو پڑھنے والے بچوں کا بندوبست نہ ہو ایسی کتابوں کی اشاعت سے کیا فائدہ ہوگا؟ اردو پڑھنے والے موجود ہوں اور برابر بڑھیں تو ہمارے کتب خانے بڑا کام کر سکتے ہیں یہ علم پھیلانے کے مرکز بن سکتے ہیں۔ قومی آواز۔ لکھنؤ

اردو کے لیے ایک علاحدہ سرکاری حکمنامہ کی ضرورت

حیدرآباد:۔ اردو سبھا حیدرآباد کی جانب سے جی۔ او (۱۸۰۰) کا جائزہ لینے کے لیے منعقدہ ایک سمپوزیم میں تمام مقررین نے تلگو تعلیم کے مفادات کے لیے اس جی او کی ضرورت سے اتفاق کرتے ہوئے اردو میڈیم کے مدارس اور کالجوں سے متعلق ایک ایسے ہی حکمنامہ کی اجرائی کو ضروری و ناگزیر قرار دیا ہے۔ سمپوزیم کے ذریعہ مذکورہ جی او کے زمرہ سے غیر تدریسی اور معائنہ کنندہ اسٹاف کو خارج کر دینے کا مطالبہ بھی کیا گیا ہے۔ جناب چندر سری واستو معتمد انجمن تحفظ اردو نے کہا کہ اس جی او سے پیدا شدہ غلط فہمیوں کی روشنی میں حکومت کو یہ وضاحت کرنی چاہیے کہ خاص طور پر اردو میڈیم کے ابتدائی ثانوی مدارس اور جونیر کالجس پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔ جناب سری واستو نے اردو کے مسائل کی یکسوئی کے لیے مختلف اداروں کے مابین ہم آہنگی اور اتحاد کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے یہ تجویز کیا کہ چیف منسٹر سے ملاقات سے قبل اردو کے تمام نمائندوں کو بات چیت کرنی چاہیے۔ جناب احسن علی مرزا سب ایڈیٹر "سیاست" نے کہا کہ اردو سے متعلق حکومت کا رویہ



اچھا نہیں ہے اور اردو میڈیم کے مدارس پالیسی تعصب اور تغافل کا شکار ہیں۔ انھوں نے کہا کہ یہ جی او مخالف اردو احساسات ہی کا ایک حصہ ہے۔ جناب سری نواس لاہوٹی معتمد تنظیمی انجمن ترقی اردو نے کہا کہ اس جی او سے اردو کا حق یقیناً متاثر ہوتا ہے اس لئے وہ یہ چاہتے ہیں کہ اس میں ضروری و مناسب ترمیمات کی جائیں۔

جناب نصرت محی الدین اسٹوڈنٹس لیڈر نے اس جی او کے بعض حصوں کو ناپسندیدہ قرار دیتے ہوئے غیر تدریسی عملہ پر قبل ازیں "تلگو" میں مہارت کے لزوم سے اختلاف کیا۔ انھوں نے یہ کہا کہ طلبہ اور نوجوانوں، ادیبوں، شاعروں اور دانشوروں کے تعاون سے تحریک چلانے کے لئے تیار رہیں گے۔

ڈاکٹر غیاث صدیقی نے اس جی او کو واپس لے لینے کا مطالبہ کیا۔ ڈاکٹر حسینی شاہد نے کہا کہ وہ اس جی او کو معصوم سمجھنے کے لئے تیار نہیں ہیں، اور ان کی رائے میں وہ اردو کا قتل نامہ ہے۔ انھوں نے یہ اعتراف کیا کہ اس جی او میں اردو کے خلاف کوئی بات نہیں ہے لیکن اسے اردو کے خلاف ضرور استعمال کیا جاسکتا ہے۔ انھوں نے یہ دریافت کیا کہ تلگو اور اردو میڈیم کے مشترک مدارس پر اس جی او کے نفاذ سے اردو کے مفادات کا تحفظ کس طرح ہوسکتا ہے؟ انھوں نے کہا کہ تلگو کو سرکاری زبان کا موقف ضرور حاصل ہونا چاہئے لیکن اردو کے موقف اور حق کو نظر انداز کرنے کی ذہنیت کو برداشت نہیں کیا جاسکتا۔

• سید فراست حسین خسرو سکریٹری اردو سبھا

جی او نمبر ۱۸۳ کے خلاف احتجاجی جلسہ

بزم محبان ادب کی جانب سے جناب داؤد نصیب کی صدارت میں ایک جلسہ ہوا جس میں جی او نمبر ۱۸۳ پر غور کیا گیا۔ معتمد بزم دلاور حزیں نے کہا کہ اردو کے جائز حقوق منوانے کے لئے اردو سبھا کی مہم میں ہم محبان اردو اس کے ساتھ ہیں۔ جناب عزم نے صحافیوں، شاعروں، ادیبوں کی مشترکہ جدوجہد پر زور دیا۔ کمال الدین وحید ایم اے اور شجاعت علی سراج نے ادبی سوسائٹی کی جانب سے اپنے تعاون کا یقین دلایا۔ راجہ لعل راجہ صدر اردو سبھا نے کہا کہ اردو کے تعلق سے اب تک صرف تیقنات ہی دئے جارہے ہیں کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا جاتا جی او نمبر ۱۸۳ اردو کی پیٹھ میں خنجر گھونپنے کے برابر ہے اس سے اردو داں طبقہ کی معیشت بری طرح متاثر ہوگی۔ جناب داؤد نصیب نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا کہ حکومت جی او نمبر ۱۸۳ کو واپس لے یا اس میں ایسی مناسب ترمیم کرے کہ اس سے اردو داں طبقے کے حقوق متاثر نہ ہوں۔

• سید دلاور حزیں
معتمد عمومی

جامعہ اردو کی طرف سے مراعات

(۱) وہ امیدوار جو ادیب کامل میں تھرڈ ڈویژن سے کامیاب ہوئے ہیں اگر چاہیں تو وہ دوبارہ امتحان ادیب کامل میں شریک ہوسکتے ہیں، دوبارہ ناکامیابی ان کے سابقہ نتیجہ پر اثر انداز نہ ہوگی یہ اجازت صرف دو مرتبہ دی جائے گی۔

(۲) جو کامیاب امیدوار ادیب، ادیب ماہر کے زائد اختیاری مضامین "۱۔ ریاضی ۲۔ تاریخ و جغرافیہ" اور ادیب کامل کے زائد اختیاری مضمون "انگریزی" میں شریک نہیں ہوئے تھے یا ناکام ہیں وہ زائد اختیاری مضامین میں مقررہ فیس مبلغ عا روپے فی مضمون ادا کرکے شریک امتحان ہوسکتے ہیں۔

زائد اختیاری مضامین میں کامیاب ہونے والے امیدواروں کو علحدہ سے سرٹیفکٹ دیا جائے گا۔

جامعہ اردو کے امتحانات کی منظوری کا مسئلہ یو۔پی بورڈ میں زیر غور ہے۔ توقع ہے کہ امتحان ادیب و ادیب ماہر میں ریاضی یا تاریخ و جغرافیہ کے ساتھ کامیاب ہونے والے امیدوار یو۔پی بورڈ کے ہائی اسکول اور انٹرمیڈیٹ کے امتحانات میں براہ راست شرکت کے مجاز ہوں گے۔

زائد اختیاری مضامین کے لئے فارم امتحانات کی قیمت علاوہ محصول ڈاک پندرہ پیسے ہے۔ یہ فارم رجسٹرار جامعہ اردو علی گڑھ سے قیمت بھیج کر طلب کئے جائیں یا مقامی مہتمم سنٹر سے قیمتاً حاصل کئے جائیں۔

• رجسٹرار

یوم اقبال

پٹنہ۔ یوم اقبال کے سلسلہ میں "محفل ادب" اورینٹل کالج پٹنہ سٹی کی جانب سے ایک جلسہ زیر صدارت جناب شمس الدین منیری سابق صدر شعبہ اردو پٹنہ یونیورسٹی منعقد کیا گیا جس میں پروفیسر سید احتشام حسین صدر شعبہ اردو الہ آباد یونیورسٹی نے مہمان خصوصی کی حیثیت سے شرکت فرمائی۔

پروفیسر عبدالمغنی شعبہ انگریزی بی این کالج نے اقبال کے فن پر جامع تقریر کی اور کہا کہ اقبال مقلد نہیں بلکہ ایک اجتہادی شاعر ہیں۔ جناب پروفیسر سید احتشام حسین صاحب نے دوران تقریر میں علامہ اقبال کے فکر و فن کا اجمالی جائزہ لیتے ہوئے کہا کہ اقبال کے فکر و فن کے درمیان کوئی خلیج نہیں پائی جاتی یہی ان کی عظمت کی دلیل ہے وہ شاعر کے شاعر اور مفکر کے مفکر ہیں ہم ان کے فن کا جائزہ افکار کے ذریعے لے سکتے ہیں۔ دوسرے دور میں مشاعرہ ہوا جس میں بہت سے نامور شعرائے کرام نے سامعین کو اپنے کلام سے نوازا۔

تیسرے دور میں طلبہ و طالبات کے تحریری اور تقریری مقابلے ہوئے اور انعامات تقسیم کئے گئے۔

• سید اسماعیل حسنین نقوی

تبصرے

ڈاکٹر شمیم حنفی

ارتکاز

مرتبہ: عبدالرحیم نشتر

ناشر: مطبوعات نشتر، نیا بازار، کامٹی (ناگپور)

گزشتہ چند برسوں میں گرمئ بازار کے نتیجے کے طور پر نئی شاعری کے کئی انتخاب منظر عام پر آئے ہیں۔ اب کہ نئے اور پرانے کی بحثوں کا مجموعی رنگ و آہنگ (کم از کم ہمارے ادبی رسائل میں) فرسودہ ہوتا جا رہا ہے، اس قسم کی دھواں دھار بحثوں میں الجھنے سے بہتر یہی ہے کہ نئی شاعری کے ایسے انتخابات سامنے لائے جائیں جو اس کے تخلیقی اور تعمیری پہلوؤں کی خود سے وضاحت کر سکیں۔ "ارتکاز" بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس کے مرتب عبدالرحیم نشتر خود بھی نئی غزل کے ایک معروف شاعر ہیں۔ اس انتخاب میں ہند و پاک کے اڑتیس غزل گو شعرا کا کلام شامل ہے۔ بالعموم ہر شاعر کی چھ سات غزلیں دے دی گئی ہیں تاکہ اس کی تخلیقی استعداد کے بارے میں اگر کوئی رائے قائم کرنے کی ضرورت ہو تو یہ انتخاب بھی اس کے لئے ضروری سامان فراہم کر سکے۔ میرے نزدیک ایسی کوششیں عام طور سے قابل تعریف ہوتی ہیں بشرطیکہ انتخاب کرنے والوں کا مقصد دیانت دارانہ ہو۔ جہاں تک ناموں کے انتخاب کا سوال ہے، کوئی بھی انتخاب ہر پڑھنے والے کو مطمئن نہیں کر سکتا۔ ذاتی طور پر مجھے اس انتخاب میں دو تین ناموں کی شمولیت کا کوئی جواز مرتب کی ذاتی پسند اور نئی غزل کی طرف اس کے ذاتی رویے کے سوا نظر نہیں آتا۔ لیکن پڑھنے والے کو بہر صورت کسی مرتب پر اپنی پسند و ناپسند کا جبر عاید کرنے کے علاوہ خود اس کی پسند و ناپسندیدگی کا احترام بھی کرنا چاہئے اور اسے سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

اس انتخاب کی بیشتر غزلوں سے نئی غزل کے مختلف شیڈس ابھرتے ہیں۔ ۱۲۸ صفحات کے اس مجموعے کی قیمت چار روپے ہے۔

گنج رواں۔

ناشر: آرزو پبلیکیشنز، نیا پورہ، مالیگاؤں (ناسک)

اس مجموعے میں عتیق احمد عتیق، احمد نسیم مینا نگری، اسلام سجاد، رزاق عادل اور سید عارف کی شاعری کے انتخابات شامل ہیں۔ اس طرح یہ کتاب دراصل پانچ مختصر کتابوں کا مجموعہ ہے۔ ان میں سے کسی بھی شاعر کے مستقبل کے بارے میں کوئی حکم لگانا قبل از وقت ہے۔ یہ کہنا بھی محض مبالغہ ہوگا کہ اس کتاب سے ان کی انفرادی صلاحیتوں کے بارے میں کوئی رائے قائم کی جا سکتی ہے۔ اکا دکا اشعار میں جوہر ذاتی کی چنگاریاں ضرور ملتی ہیں لیکن مجموعی تاثر تقلیدی جدیدیت کا ہے۔ یہ بات اعتراض کے طور پر نہیں کہی جا رہی ہے بلکہ اس امر واقعہ کا اظہار مقصود ہے کہ اپنی انفرادیتوں کو واضح کرنے کے لئے ابھی ان شعرا کو مشق و ریاضت کا ایک لمبا راستہ طے کرنا ہے۔ انتخابات سے ان شعرا کی تخلیقی صلاحیت کے معیار کا کچھ اندازہ ضرور لگایا جا سکتا ہے اور وہ حضرات جو نئے شعری میلانات کے سفر میں دلچسپی رکھتے ہوں انھیں اس قسم کے انتخابات پر ایک نظر ضرور ڈالنی چاہئے۔

اس مجموعے کی کتابت اور طباعت صاف ستھری ہے اور ۱۲۶ صفحات کا یہ مجموعہ چھ روپیوں میں حاصل کیا جا سکتا ہے۔

نصر قسیم بیتی

غزل

سوکھا پتا ہی سہی، کاش اٹھا لے کوئی
کر چلا پھر مجھے پت جھڑ کے حوالے کوئی

منتشر ہو گئے ویران خلاؤں کے بدن
ٹوٹ جائے نہ کہیں خود کو سنبھالے کوئی

موج در موج تہ آب وہی سناٹا
پھینکی آوازوں کے ساحل پہ اچھالے کوئی

کرم خوردہ مرے اوراق ہیں لیکن اب بھی
اک صحیفہ جسے طاقوں میں سجا لے کوئی

کون تپتے ہوئے صحرا کے بگولے پھانکے
کس طرح اپنا لہو خود پہ اچھالے کوئی

دور تا حد نظر، جلتی چتاؤں کا سماں
ایسے ماحول کی تصویر بنا لے کوئی

ایک مدت سے جو حائل ہے زمانہ بن کر
اونچی دیوار کا یہ سایہ ہٹا لے کوئی

پھر وہی درد کے موسم، وہی بیزار تھکن
ڈھونڈھ کر پیڑ گھنا، مجھ کو بٹھا لے کوئی

کل جو ویران سی سڑکوں پہ پھرا کرتا تھا
اس پہ کیا گزری، خدا را یہ تو بتلا لے کوئی

٭٭٭

مالک انجمن ترقی اردو ہند (علی گڑھ)، پرنٹر و پبلیشر سید تفضل حسین ایم اے نے لیتھو کلر پرنٹرس علی گڑھ میں چھپا اور دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا